جناب ڈاکٹر کبیر احمد جائسی

وسطِ ایشیا، توران، تُرکستان اور ماوراء النہر

اسلامی علوم وفنون کی پیشرفت کی تاریخ میں بہت سے ایسے علاقوں کے علماء وفضلاء کے نام ملتے ہیں جن کے حدود اربعہ متعین نہیں ہیں مثلاً کسی کے بارہ میں لکھا جاتا ہے کہ وہ ماوراء النہری تھے تو کسی کو خراسانی، کسی کو ترکستانی اور کسی کو تورانی لکھ کر اس کی زادگاہ پر دبیز پردہ ڈال دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے اصل ماحول، وہاں کے اس زمانے کے مسائل، غالب رجحانات، اخلاقی و تمدنی قدریں اور وہ خارجی عوامل جو کسی شخصیت کی تشکیل کرتے ہیں سب کے سب ہی ہماری دسترس میں نہیں ہوتے اور ہم اس شخصیت کے بہت سے پہلوؤں کی توجیہ، تاویل اور تشریح کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں وسطِ ایشیا، توران، ترکستان اور ماوراء النہر کے حدود اربعہ کے سلسلے میں چند بنیادی نکات پیش کیے جا رہے ہیں۔ اس تحریر کا مقصد کسی مسئلہ کو حل کرنا نہیں بلکہ مسئلہ کی سنگینی کا احساس دلانا ہے۔

ماضی قریب کے ایک بہت بڑے ایرانی عالم ڈاکٹر محمد معین مرحوم نے وسطِ ایشیا، توران، ترکستان اور ماوراء النہر کے حدود اربعہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے، اسلیے درج ذیل سطور میں ہم ان کے افکار و خیالات کا ایک خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد معین کے نزدیک جب وسطِ ایشیا کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد منگولیا، ترکستان، ایران، افغانستان اور تبت کے علاقے ہوتے ہیں[1]۔ ڈاکٹر محمد معین کا یہ بیان تاریخی اعتبار سے خواہ کتنا ہی درست کیوں نہ ہو، ہمارے زمانے کے مروجہ تصوّرات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اس زمانے میں، ہم جب بھی وسطِ ایشیا کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں ایران، افغانستان اور تبت کے علاقے شامل نہیں ہوتے بلکہ اس سے مراد صرف وہ علاقہ ہوتا ہے جس کو تاریخ اور جغرافیہ نگاروں نے "تُرکستان" کہا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اب ہمارا ترکستان کا بھی تصوّر وہ نہیں رہا جو قدیم جغرافیہ اور تاریخ نگاروں کا تھا، اب ہم جب بھی وسطِ ایشیا کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو وہ صرف اس علاقے کے لیے ہوتا ہے جس کو بہت سے مؤرخین اور جغرافیہ نگاروں نے "مغربی ترکستان" کہا ہے۔ اس مختصر سی بحث سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ "وسطِ ایشیا" کی اصطلاح کتنی مبہم ہے۔ ضرورت اس

---

[1] فرہنگ فارسی، محمد معین، جلد ۵ ص ۳۸ مطبوعہ تہران

بات کی ہے کہ اب اس مسئلہ پر نئے سرے سے نظر ڈال کر کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

یہیں سے ہمارے سامنے ایک دوسرا سوال آتا ہے وہ یہ کہ لفظ "ترکستان" کس علاقے کے لیے بولا جاتا تھا؟ ڈاکٹر محمد معین نے اس مسئلہ کو بھی حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے نزدیک "ترکستان" کے حدود اربعہ یوں ہیں:۔ اس علاقے کے شمال میں سائبریا، مغرب میں بحر خزر (CASPIAN SEA) جنوب میں افغانستان، ہندوستان اور تبت، مشرق میں منگولیا واقع ہے[1] یہ خطۂ ارض سوویتی جمہوریتوں اور چین کے مابین منقسم ہے۔ ڈاکٹر محمد امین کے اس واضح بیان کے بعد جب ہماری نظر لغت نامہ دہخدا کے اوراق پر پڑتی ہے تو "ترکستان" کے محل وقوع کا مسئلہ الجھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ لغت نامہ دہخدا کے مقالہ نگار نے "ترکستان" کے عنوان سے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"ترکستان:۔ سرزمین ترکان، جایگاہ قوم ترک، این نام اصولاً بہ سرزمینی اطلاق شدہ کہ مسکن اصلی قوم ترک در آنجا بودہ وتقریباً ایالت سنکیانگ یا ترکستان چین کنونی است ولی بر اثر مہاجرت مستمر این قوم بطرف شرق وغرب رفتہ رفتہ قسمت اعظم آسیائی مرکزی نام ترکستان بخود گرفت چونکہ دامن ہائی جبال تیان شان در ہائی علیای جیحون وسیحون یعنی حوضۂ دریاچہ ہای بالخاش وقرہ گول والیسی گول ودرہ وانہار ایلی و چو وقزل سو راکہ در عہد باستان توران می گفتند بہ تدریج ترکستان نامیدہ شدہ وہم اکنوں ترکستان غربی وترکستان روس نام دارد[2]"

(ترجمہ) "ترکستان: ترکوں کی سرزمین، ترک قوم کے رہنے کی جگہ۔ اس نام کا اطلاق اصولی طور پر اس سرزمین پر ہوتا تھا جہاں ترک قوم کا اصلی مسکن رہا تھا اور یہ علاقہ تقریباً صوبہ سنکیانگ یا ترکستان چین تھا لیکن اس قوم کی مشرق اور مغرب کی طرف مسلسل مہاجرت کی وجہ سے رفتہ رفتہ وسط ایشیا کے بہت بڑے علاقے نے اپنا نام "ترکستان" اختیار کیا۔ اس طرح کوہ تیان شان کا دامنی علاقہ جیحون اور سیحون کے بڑے بڑے درے یعنی بالخاش، قرہ گول اور الیسی گول جھیلوں کی نشیبی زمینیں اور ان کے درے اور ایلی، چو اور قزل سو دریاؤں کے علاقے جن کو قدیم زمانے میں توران کہا جاتا تھا رفتہ رفتہ ترکستان کے نام سے موسوم ہوئے اور آج بھی اس کا نام مغربی ترکستان اور روسی ترکستان ہے۔"

درج بالا اقتباس سے تو یہ معلوم ہوگیا کہ اول اول "ترکستان" کا لفظ اس علاقے کے لیے مخصوص تھا جس کو آجکل مشرقی یا چینی ترکستان کہا جاتا ہے وہ قدیم زمانے میں "توران" کہلاتا تھا، لیکن دقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں

---

[1] فرہنگ فارسی، محمد معین جلد ۵ صفحہ ۳۸۶ [2] لغت نامۂ دہخدا، شمارہ مسلسل ۱۰۲، تہران، دی ۱۳۴۳ ھ ش، صفحہ ۶۰۸

لغت نامۂ دہخدا ہی کی ایک دوسری عبارت الجھن پیدا کر دیتی ہے اور اصل مسئلہ پھر لاینحل ہوتا نظر آتا ہے۔ لغت نامۂ دہخدا میں "ترکستان غربی" (مغربی ترکستان) کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ یہ ہے:

"ترکستان غربی": ترکستان روس، قسمت اعظم این منطقہ در قدیم بنام "سرزمین تور" توران و خوارزم معروف بود کہ امروز بین افغانستان و شمال مشرقی ایران و قزاقستان روس و ترکستان شرقی و مغولستان خارجی قرار دارد و جمہوری ہای ترکمنستان و ازبکستان دریں ناحیہ است رود جیحون و سیحون در آن جاری است و درحقیقت می توان آں را حوضۂ دریاچۂ ارال و دو رود یاد شدہ دانست۔ قسمت شمال غربی ایں سرزمین را پیش از مغول ترکستان و قسمت جنوب شرقی آں را فرغانہ می نامیدند۔[1]

(ترجمہ) — "ترکستانِ غربی: ترکستانِ روس، اس علاقے کا ایک بہت بڑا حصہ جو آج کے افغانستان، شمال مشرقی ایران، روسی قزاقستان، مشرقی ترکستان اور بیرونی منگولیا کے درمیان واقع ہے، پرانے زمانے میں سرزمینِ تور، توران اور خوارزم کے نام سے مشہور تھا۔ ترکمنستان اور ازبکستان کی جمہوریتیں اسی علاقے میں ہیں، دریائے جیحون اور سیحون اسی علاقے میں رواں دواں ہیں، اور درحقیقت اس علاقے کو ارال، جیحون اور سیحون کا حوضہ (وادی) سمجھنا چاہیئے۔ اس سرزمین کے شمال مغربی حصے کو منگولوں سے پہلے ترکستان اور جنوب مشرقی حصے کو فرغانہ کا نام دیتے تھے۔"

درج بالا اقتباس کا صاف مطلب یہ ہے کہ منگولوں کے اقتدار سے پہلے اس سرزمین کا صرف وہ علاقہ "ترکستان" کے نام سے موسوم تھا جو اس کا شمال مغربی علاقہ ہے۔ ڈاکٹر محمد معین کے نزدیک "غربی یا روسی ترکستان" ترکمنستان، ازبکستان اور تاجیکستان کی سوویتی سوشلسٹ جمہوریتوں پر مشتمل علاقہ ہے جو بحرِ خزر اور بالخاش جھیل کے درمیان واقع ہے، اس کے جنوب میں افغانستان اور ایران، مشرق میں چینی یا مشرقی ترکستان اور شمال میں سائبیریا ہے۔ اس علاقے کا ایک بڑا حصہ ریگ زار پر مشتمل ہے جس کی ریت کے مختلف رنگ ہیں اور وہ اپنے رنگوں کے نام سے موسوم ہیں مثلاً آق قوم (سفید ریت) قزل قوم (سرخ ریت) قراقرم (سیاہ ریت)۔ مشرقی جانب اس کی سرحد کوہِ التائی اور میانِ شان پر منتہی ہوتی ہے۔ اس علاقے کے دو دریا مرغاب اور زرافشاں ریگ زار میں بہہ کر ختم ہو جاتے ہیں اور جیحون و سیحون دونوں دریا جا کر ارال سے مل جاتے ہیں۔[2] ڈاکٹر محمد معین نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی ہے کہ مغربی ترکستان کا علاقہ قدیم زمانے میں سرزمینِ تور، توران اور خوارزم کے نام سے معروف رہا ہو۔

---

[1] لغت نامۂ دہخدا، شمارہ مسلسل ۱۰۲، ص ۶۰۹ [2] فرہنگ فارسی، محمد معین، جلد ۵ ص ۳۸۶

اس کے معنی یہ ہوئے کہ ڈاکٹر محمد معین یونانی جغرافیہ نویس بطلیموس کے اس نظریئے کو نہیں مانتے کہ توران کا علاقہ وہ علاقہ ہے جو خوارزم کے نام سے مشہور ہے بلکہ ان کے نزدیک توران اور خوارزم دو الگ الگ علاقوں کے نام ہیں۔

اس سلسلے میں جب ہم قدیم مؤرخین اور جغرافیہ و لُغت نویسوں کی تحریروں سے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم کو مسئلہ اور اُلجھتا نظر آتا ہے۔ مثلاً اسدی طوسی (پانچویں صدی ہجری) کے نزدیک ترکستان کا نام توران ہے جس میں خراسان کے بھی کچھ علاقے شامل ہیں۔ "فرہنگِ جہانگیری" کے مؤلف میر جمال الدین حسین انجوی شیرازی، فرہنگ رشیدی" کے مؤلف عبدالرشید ٹھٹھوی اور "بُرہانِ قاطع" کے مؤلف محمد حسین بن خلف تبریزی (یہ سب حضرات گیارہویں صدی ہجری کے ہیں) کے نزدیک ولایت ماوراء النہر کا نام توران ہے۔ علاوہ بریں لُغت نامہ دہخدا کے مقالہ نگار کے قول کے مطابق عہدِ وسطیٰ کی عربی، فارسی میں توران کی جو حد بندی کی گئی ہے اس کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں توران کا لفظ ماوراء النہر کے علاقے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اوستا اور دیگر قدیم مذہبی کتابوں میں اس بات کا واضح ذکر ملتا ہے کہ ایرانی اور تورانی ایک ہی نسل کے افراد تھے، فرق صرف یہ تھا کہ ایرانی جلد شہر نشین ہو گئے اور تورانی ایک عرصہ تک خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے رہے[1] "اوستا" وغیرہ کے اس واضح اشارے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ دریائے جیحون کے اُس پار کا وہ علاقہ جس میں ایرانی النسل افراد خانہ بدوشی کی زندگی گذارتے تھے، توران کے نام سے موسوم تھا، جب اس علاقے میں ترکوں کی آمد شروع ہوئی تو جہاں اُن کی اکثریت ہو گئی وہ علاقہ ترکستان کہلایا، جب دھیرے دھیرے پورے وسطِ ایشیا میں تُرکوں کی تعداد ایرانی النسل افراد کی تعداد سے زیادہ ہو گئی تو پورا علاقہ ترکستان کہا جانے لگا لیکن کچھ لوگ اس کو ماوراء النہر بھی کہتے، اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ترکستان، توران اور ماوراء النہر کے الفاظ بہت سے لوگوں کے نزدیک ہم معنیٰ ہو کر رہ گئے اور یہیں سے خلطِ مبحث کا آغاز ہُوا۔

درج بالا سطور میں توران کے سلسلے میں لغت نامہ دہخدا کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ ڈاکٹر محمد معین کی تحریر سے مستفاد ہے۔ ڈاکٹر محمد معین کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"توران: سرزمین است برآن سوی آمو دریا (جیحون) یعنی ماوراء النہر و آن بہ خوارزم متصل بود و از طرف مشرق تا دریاچہ ارال امتداد داشتہ است۔۔۔۔ بطلیموس یونانی تور را ناحیہ خوارزم دانستہ و خوارزمی در مفاتیح العلوم نویسد "مرز توران معمولاً نزد ایرانیاں ممالک مجاور جیحون است۔۔۔۔ در کتب عربی و ایرانی قرونِ وسطیٰ توران بہ سرزمین ماوراء النہر اطلاق شدہ"[2]

---

[1] تفصیل کیلئے لغت نامہ دہخدا شمارہ مسلسل ۱۴۸ اص ۱۱۰۳ ملاحظہ ہو [2] فرہنگِ فارسی، محمد معین، جلد ۵ ص ۳۹۹

(ترجمہ) "توران :- آمو دریا (جیحون) کے اُس پار کی سرزمین ہے یعنی ماوراء النہر، وہ خوارزم سے متصل اور مشرق میں ارال تک پھیلی ہوئی ہے۔ یونانی (جغرافیہ نویس) بطلیموس نے "تور" کو خوارزم سمجھا ہے اور خوارزمی (تیسری صدی ہجری کا ریاضی دان اور دانشور) "مفاتیح العلوم" میں لکھتا ہے "توران کی سرزمین ایرانیوں کے نزدیک بالعموم دریائے جیحون سے متصل ممالک سے عبارت ہے ......"۔ عہدِ وسطیٰ کی عربی اور ایرانی کتابوں میں لفظ توران کا اطلاق ماوراء النہر کی سرزمین پر ہوتا تھا"

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے اس بات کا کسی قدر اندازہ ہو گیا ہو گا کہ وسطِ ایشیا، توران اور ترکستان الگ الگ علاقوں کے نام تھے اور ان الفاظ کو ایک دوسرے کا مترادف نہ سمجھنا چاہیئے، اسی کے ساتھ ساتھ ان علاقوں کے حدود اربعہ متعین کرتے وقت پوری چھان بین کی ضرورت ہے کیونکہ ان علاقوں کی سرحدیں مختلف ادوار میں بدلتی رہی ہیں اور کبھی کوئی نیا خطّہ ان میں شامل ہو کر ان کا جزو بن جاتا تو کبھی کوئی خطّہ ان سے نکل کر انہی میں سے کسی دوسرے علاقے میں شمار ہونے لگتا۔

اب صرف یہ مسئلہ بحث طلب رہ جاتا ہے کہ ماوراء النہر اور توران ہم معنی الفاظ ہیں یا نہیں؟ جیسا کہ معلوم ہے ماوراء النہر عربی کا لفظ ہے جس کے معنیٰ دریا کے اُس پار کے ہیں۔ ظاہر ہے زیرِ بحث علاقے کے لیے عربوں نے یہ لفظ اُس وقت وضع کیا ہو گا جب وہ ایران کو فتح کرنے کے بعد دریائے جیحون کے اُس پار کے علاقے کی طرف پیشقدمی کر رہے تھے جس کے نتیجے میں دریائے جیحون کے اُس پار کا ایک بہت بڑا علاقہ ان کے تصرف میں آگیا تھا۔ چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر کی تصنیف "حدود العالم" کے نامعلوم مصنف نے ماوراء النہر کو "بکھری ہوئی سرحدوں" کا علاقہ قرار دیا ہے، اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

"حدود ماوراء النہر نا بیتہا ئیست پراگندہ بعضی بر مشرق ماوراء النہر و بعضی بر مغرب است، آنک اندر مشرق ماوراء النہر است، مشرق وی حدود تبت است و ہندوستان، جنوب وی خراسان است و مغرب وی حدود جغانیان است و شمال وی حدود سروشن است[1]"

(ترجمہ) "ماوراء النہر کی سرحدیں پراگندہ اضلاع پر مشتمل ہیں، ان میں سے بعض مشرق میں اور بعض مغرب میں ہیں، وہ حصہ جو مشرقی ماوراء النہر میں ہے اس کے مشرق میں تبت اور ہندوستان ہیں جنوب میں خراسان کی سرحد ہے اور اس کے مغرب میں جغانیان کی سرحد اور اس کے شمال میں سروشن کی سرحد ہے"

---

[1] حدود العالم، مطبوعہ کابل، ۱۳۴۲ھ ص ۳۹۸

درج بالا اقتباس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر میں ماوراء النہر اس علاقے کو کہا جاتا تھا جو تبت اور ہندوستان، خراسان، حدود جغانیان اور سروشن کے درمیان کا علاقہ تھا۔ اس اقتباس میں اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی گئی ہے کہ ماوراء النہر کا علاقہ دریائے جیحون اور سیحون کے درمیان کا علاقہ ہے۔ لیکن بقول مینورسکی[1] "حدود العالم" کے مصنف نے ترکستان کا لفظ اُس علاقے کے لیے استعمال کیا ہے جو دریائے سیر (سیحون) کے اُس پار کا علاقہ ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ماوراء النہر کی سرحد دریائے سیر پر آکر ختم ہو جایا کرتی تھی۔ "حدود العالم" پر مقدمہ لکھتے ہوئے بارتھولڈ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس کتاب میں خراسان اور ماوراء النہر کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس پر بلخی اور اصطخری کی تحریروں کا اثر بہت نمایاں ہے[2]۔ بارتھولڈ کے اس بیان سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بلخی اور اصطخری کے نزدیک بھی ماوراء النہر اُسی علاقے تک محدود تھا جس کا ذکر "حدود العالم" میں ہے۔ ہمارے عہد میں ڈاکٹر محمد معین نے ماوراء النہر کے حدودِ اربعہ متعین کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:-

"سرزمینی بودہ است در شمال رودِ جیحون و بین سیحون و جیحون شامل بخارا، سمرقند، خجند، اشروسنہ، ترمذ، ماوراء النہر مدت پنج قرن بزرگ ترین مہدِ تمدن اسلامی ایران و مرکز حکومت ہائی ایرانی و تا دورۂ قاجاریہ تابع حکومت مرکزی ایران بودہ است، ماوراء النہر مولد و مدفن بسیاری از دانشمندان بزرگ ایرانی است، این سرزمین اکنوں جزو جمہوری ازبکستان شوروی می باشد[3]"

(ترجمہ) "ماوراء النہر دریائے جیحون کے شمال کی وہ سرزمین رہی ہے جو سیحون اور جیحون کے درمیان واقع تھی جس میں بخارا، سمرقند، خجند، اشروسنہ اور ترمذ شامل تھے۔ ماوراء النہر پانچ صدیوں تک اسلامی ایران کے تمدن اور حکومتوں کا عظیم ترین گہوارہ اور قاچاریوں کے دور تک ایران کی مرکزی حکومت کا تابع رہا ہے۔ ماوراء النہر بہت سے ایرانی دانشمندوں کی جائے پیدائش اور مدفن ہے۔ آجکل یہ سرزمین سوویتی جمہوریہ ازبکستان کا جزو ہے"۔

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ ماوراء النہر کا علاقہ ہمیشہ ایران کی مرکزی کے تابع نہیں تھا۔ سامانیوں کا دارالحکومت بخارا تھا اور ان کی حکومت عموماً ماوراء النہر اور خراسان کے علاقے تک محدود تھی، سامانیوں کے بعد ایلک خانیوں کا دور شروع ہوتا ہے، اس دور میں بھی کم و بیش یہی صورتحال رہی۔

بقیہ صفحہ ۶۰ پر

---

[1] حدود العالم، مطبوعہ کابل، تعلیقات مینورسکی، مترجم میر حسین شاہ، ۱۳۴۲ھ ص ۱۹۵ [2] ایضاً، مقدمہ بارتھولڈ مترجم میر حسین شاہ ص ۲۴

[3] فرہنگ فارسی، محمد معین، جلد ۶ (اعلام ع-ی) صفحہ ۱۸۹۰، ۱۸۹۱